مفتی برادران۔۔۔
اور
دین جمہوریت
مفتی تقی عثمانی اور مفتی رفیع عثمانی صاحب کے جمہوریت سے
متعلق آراء کا محاکمہ
تحریر: مولوی عبد الجبار صدیقی
اسلامی لائبریری

مفتی برادران۔۔۔اور

دین جمہوریت

(مفتی تقی عثمانی اور مفتی رفیع عثمانی صاحب کے جمہوریت
سے متعلق آراء کا محاکمہ)

تحریر: مولوی عبدالجبار صدیقی

انٹرنیٹ ایڈیشن:
مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
http://www.muwahideen.co.nr
http://tawhed.co.nr

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی برادران۔۔۔اور دین جمہوریت

(مفتی تقی عثمانی اور مفتی رفیع عثمانی صاحب کے جمہوریت سے متعلق آراء کا محاکمہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((لَا تَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ وَلَكِنْ ابْكُوا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ أَهْلِهِ))

"جب دین کے پیشوا لائق لوگ ہوں تو مت رو، ہاں اس وقت رو جب دین کے پیشوا نااہل لوگ ہوں"۔

(مسند احمد: ج۴۸ص۷۷رقم الحدیث:۲۲۴۸۲۔ مستدرک حاکم: ج۱۹ص۵۷۴رقم الحدیث:۱۷۷۸)

درج بالا حدیث کی روشنی میں امت مسلمہ آج جن حالات سے گزر رہی ہے، اس سے تو یہ بات واضح ہے کہ آج امت مسلمہ کے پاس سوائے رونے کے اور کچھ باقی نہیں بچا ہے۔ کیونکہ آج امت مسلمہ کی بظاہراً باگ ڈور ان علماء نے سنبھال رکھی ہے جو کہ علمی اعتبار سے عوام الناس کے اندر ایک مستند عالم کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں، لیکن انہوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر امت مسلمہ پر مسلط نظامِ طاغوت جو کہ بلاد اسلامیہ پر حکومت کرنے والے مختلف طواغیت کی جانب سے نافذ ہے، اس کو نہ صرف تسلیم کیا ہوا ہے بلکہ اس نظام کو سند جواز عطا کرنے کے لئے مختلف مواقع پر ایسے فتاویٰ جاری کرتے ہیں اور ایسے اقدامات کرتے ہیں جو کہ اس نظام کو قائم و دائم رکھنے اور اس کی جڑیں مزید مضبوط کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

ایسی ہی صورتحال سے مملکت خداداد پاکستان بھی گزر رہا ہے کہ جدھر نام نہاد اسلامی آئین (جس کی اکثر شقیں شریعت اسلامی کے صریح احکامات کے خلاف ہیں) کی آڑ میں ساٹھ سال سے ظالمانہ استحصالی نظام نے جمہوری و فوجی آمریت کے روپ میں پاکستان کی عوام کو معاشی اور معاشرتی طور پر بھنبوڑ کے

رکھاہوا ہے۔ مگر صد افسوس! اس نظام کو سند جواز عطا کرنے والے وہ علماء ہیں، جن کو عوام الناس میں ایک قابل قدر علمی شخصیت کے طور پر جانا جاتا ہے، لیکن ان کی باطل اور مردود فقہی موشگافیوں اور فتاویٰ کی وجہ سے پاکستان میں یہ نظام طاغوت نہ صرف قائم ہے بلکہ اس کی جڑیں مزید مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔

اس کی ایک تازہ مثال پیش آمدہ الیکشن کے موقع پر جبکہ عوام ''نظام جمہوریت ''(جس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں اس) کامزہ پانچ سال تک، ''جمہوریت بہترین انتقام ہے'' کی صورت میں بھگت چکے ہیں اور بی بی سی کے سروے مطابق پاکستان کے ستر فیصد نوجوان جمہوری نظام کے مقابلے میں ''شرعی نظام'' کو چاہتے ہیں، ایسے موقع پر وہ علماء جن کو علمی اعتبار سے ملک میں نمایاں مقام حاصل ہے، ان کی طرف سے الیکشن کی حمایت کرنا اور اُن نام نہاد دینی جماعتوں کے درمیان سیٹ ایڈ جسٹمنٹ کے لئے جو کہ صرف اقتدار کے مزے لوٹنے کے لئے بیتاب نظر آرہی ہیں اور جو ماضی میں ہمیشہ سیکولر اور بے دین جماعتوں کو اقتدار بخشنے کا باعث بنیں ہیں (جیسا کہ جمیعت علماء اسلام ف کا ہمیشہ پیپلز پارٹی کے ساتھ حکومت میں رہنا اور جماعت اسلامی کا نواز شریف سے اتحاد) اور جو آگے بھی اقتدار میں شراکت کے خاطر ایسے کسی بھی فعل سے باز رہنے کو تیار نہیں، ان کے لئے اپنے مدارس کے پلیٹ فارم کو استعمال کرنا ،نہایت ہی شرمناک اور بھیانک فعل ہے جو کہ کسی بھی لحاظ سے قابل قبول نہیں۔

چناچہ اسی قسم کی ایک تقریب کا انعقاد ملک معروف دینی ادارے ''دار العلوم کراچی'' میں مفتی تقی عثمانی صاحب کی قیادت میں منعقد ہوا۔ جس کی تفصیل اخبارات میں یوں شائع ہوئی:

''کراچی (رپورٹ: عبد الرشید) شہر میں دینی ووٹوں کو تقسیم ہونے سے روکنے کے لئے مفتی تقی عثمانی کے زیر صدارت متحدہ دینی محاذ میں شامل جماعتوں اور جمعیت علماء اسلام ف کا ایک اہم اجلاس دارالعلوم کراچی میں ہوا، جس میں الیکشن میں دینی جماعتوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل آنے سے ہر ممکن حد تک روکنے کی کوششوں کے حوالے سے بات چیت کی گئی......اس سلسلے میں دارالعلوم کراچی میں مفتی تقی عثمانی کے زیر صدارت متحدہ دینی محاذ میں شامل اہم جماعتوں جن میں اہلسنت والجماعت

اور جمعیت علماء اسلام س سر فہرست ہیں ......اجلاس میں جامعہ بنوریہ کے مہتمم مفتی محمد نعیم نے بھی شرکت کی،ان کے علاوہ دیگر اہم علماء اور مشائخ بھی موجود ہیں۔ذرائع کے مطابق اجلاس میں کراچی کی تقریباً تمام نشستوں کے حوالے سے بات چیت مکمل ہوگئی ہے،تاہم صوبائی اسمبلی کی ایک نشست پی ایس 128 کے حوالے سے جمعیت علماء اسلام ف اور اہلسنت والجماعت کے درمیان ڈیڈلاک پیدا ہوگیا ہے۔ڈیڈلاک ختم کرنے کے لئے علماء کرام کی مشاورت سے ایک 6رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جس کی سربراہی مفتی محمد نعیم کریں گے۔ذرائع کے مطابق کمیٹی 6روز مشاورت اور پی ایس 128 کا سروے کرنے کے بعد 16 اپریل کو دار العلوم کراچی میں ہی طلب کردہ ایک اجلاس میں جس کی صدارت مفتی محمد تقی عثمانی ہی کریں گے،اپنی سفارشات پیش کرے گی"۔ (روزنامہ اسلام،11اپریل،2013)

ذرا غور کیجئے!کیا ایوان اقتدار کی چند سیٹوں پر براجمان ہونے کے لئے آپس میں رسہ کشی کرنے والوں کا اسلام میں کیا حکم ہے؟کیا اقتدار کی اس طرح کی لالچ رکھنے والوں کو کسی عہدے پر فائز کرنے کیا جاسکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو اشخاص آئے اور کہا کہ اللہ نے آپ کو جن علاقوں پر حاکم بنایا ہے ،اُن میں سے کسی علاقے پر ہمیں بھی گورنر بنادیں۔اس پر رسول ﷺ نے اُن کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّيْ هَذَا الْعَمَلَ اَحَداً سَأَلَهُ، اَوْ اَحَداً حَرَصَ عَلَيْهِ))

" اللہ کی قسم!ہم اس آدمی کو کوئی عہدہ حوالے نہیں کرتے جو اُس کا سوال یا اُس کی لالچ رکھے۔" (بخاری،مسلم بروایت عن موسیٰ اشعریؓ)

یہ تو معاملہ ہوا ان کا جو اقتدار کی چند سیٹوں کے لئے سب سے بھیک مانگتے پھر رہے ہیں یا پھر اس کی لالچ میں ایک دوسرے سے رسہ کشی میں مصروف ہیں۔لیکن افسوس تو ان اہل علم پر ہوتا ہے جو کہ علمی اعتبار سے ایک مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں مگر وہ ایک طرف اقتدار کے چاہنے والوں کو ان کی پسند کے

مطابق ان کو الیکشن کے لئے منتخب کروا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ نظام جمہوریت کو ہی قوم کی نجات کی واحد راہ قرار دے رہے ہیں۔

بالکل اسی طرح کا معاملہ مفتی تقی عثمانی کے بھائی، مفتی رفیع عثمانی کا ہے، جن کو اس وقت سرکاری طور پر مفتی اعظم پاکستان کا درجہ حاصل ہے، وہ بھی اس کفریہ نظام کی قباحتوں سے قوم کو آشنا کرنے اور اس سے برأت کرنے پر آمادہ کرنے کے بجائے اسی کفریہ نظام ذریعے سے ہی نیک اور صالح حکمرانوں کے انتخاب کا مشورہ دے رہیں جو کہ بعید القیاس ہے۔ چناچہ مفتی رفیع عثمانی صاحب نے 12 اپریل 2013 کو دارالعلوم کراچی کی جامع مسجد میں خطاب جمعہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

> ”انتخابات کا مرحلہ پوری قوم کے لئے ایک آزمائش ہے۔ ووٹ شرعی اعتبار سے اہم فریضہ ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے ووٹ کی 3 شرعی حیثیتیں ہیں، پہلی شہادت، دوسری سفارش اور تیسری وکالت۔ ان تینوں حیثیتوں کو سامنے رکھ کر عوام امیدواروں کے بارے جس حد تک تحقیق کر سکتے ہیں، کر کے امانت دار، باصلاحیت اور محب وطن امیدوار کو ووٹ دیں اور اپنے ووٹ کا حق ضرور استعمال کریں......وڈیرے، سرمایہ دار اور جاگیر دار عام شہریوں اور لوگوں کو بلاخوف و خطر ووٹ ڈالنے کا حق دیں، انتخابات کے دوران کو ووٹرز کو ووٹ ڈالنے سے روکنے یا انہیں ان کی اپنی مرضی کے خلاف ووٹ ڈالنے پر مجبور کرنے والے بدترین قومی مجرم ہیں......اگر ووٹ دیا گیا تو ملک کی تقدیر بدل جائے گی اور عوام کو اس عذاب سے نجات ملے گی جو گزشتہ 5 برس سے ظالم حکمرانوں کی صورت میں بھگت رہے ہیں“۔
>
> (روزنامہ امت، 13 اپریل 2013)

اگر تو یہ عمل آج سے تیس چالیس سال قبل ہوتا جبکہ نظام جمہوریت کی قباحتیں اور اس کا کفریہ نظام ہونا اتنا واضح نہ ہوا تھا، اُس وقت کسی عالم نے اگر اس نظام جمہوریت اور الیکشن کا سرسری جائزہ لینے کے بعد اس کو خلیفہ کے منتخب کرنے اور اسلام کے نظام شہادت پر قیاس کرتے ہوئے اس کو تسلیم کر لیا تو اس کو بہر حال ہم معذور سمجھیں گے۔ لیکن آج جبکہ دین کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی جمہوری نظام کی

قباحتوں اور خباثتوں سے آشنا ہو چکا ہے ،اور جس نظام جمہوریت کے کفریہ نظام ہونے پر اب نہ کوئی ابہام باقی ہے اور نہ ہی کوئی اشکال ،اس کے باوجود نظام جمہوریت اور ووٹ دینے کے عمل کو قرآن و حدیث کی اصطلاحات سے تعبیر کرنا اور اس نظام جمہوریت میں حصہ نہ لینے یا اس سے روکنے والے کو ''بدترین مجرم'' قرار دینا انتہائی گھٹیا فعل ہے۔

کیا چودہ سو سالہ مسلمانوں کی تاریخ میں اور خلافت عثمانیہ کے سقوط سے قبل کسی ''ووٹ'' کی پرچی کا ذکر ہمیں ملتا ہے؟ کیا مسلمان خلفاء کا انتخاب ووٹ کی پرچی سے ہوا کرتا تھا؟اور کیا خلفاء راشدین کا انتخاب مدینہ منورہ میں ووٹنگ کے ذریعے سے ہوا تھا جس میں ایک کبار صحابی اور ایک عام آدمی کی رائے برابر سمجھی جاتی تھی؟اور آج یہ ہے حال ہے کہ ایک مسلمان کے مقابلے میں ایک عیسائی،یہودی ،ہندو کا ووٹ برابر ہے۔کیا شریعت میں ایک مسلمان اور کافر کی شہادت ،سفارش اور وکالت برابر کا درجہ رکھتی ہیں؟واللہ !ایسا ہرگز نہیں ، خیر القرون کے لوگ ان تمام خباثتوں سے بری تھے اور ہر ایسے نظریے سے برأت کرنے والے تھے۔

اس وقت نظام جمہوریت کی قباحتوں پر تفصیلی بحث کرنا مقصود نہیں ،اس کو تو علماء ربانین نے اپنے فتاویٰ میں بیان کر چکے ہیں(جس کی مختصر تفصیل آگے آئے گی)بلکہ اس وقت ''مفتی برادران'' کے باطل طرز عمل اور ان کی جانب سے عامۃ الناس کو ایک کفریہ نظام پر راضی رہنے اور اطمینان کے ساتھ اس میں شریک ہونے پر آمادہ کرنے جیسے بھیانک عمل سے اظہار برأت کرنے کے لئے قلم اٹھا رہے ہیں۔

سلف و صالحین کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ کسی بھی شخصیت خاص کر کسی اہل علم کی ''ذاتیات '' سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور کسی بھی ایسے کلام سے حتی الامکان بچتے تھے جو کہ علم کی بے ادبی اور بے وقعتی کا باعث ہو، لیکن اگر کسی اہل علم کی جانب سے ایسے فتاویٰ یا آراء کا اظہار کیا جاتا ہے جو کہ شریعت کے یکسر خلاف ہو تو اس بارے میں سلف و صالحین اس عالم کو کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے غلط فتاویٰ اور آراء کا کھل کر رد کرتے اور اس کے باطل نظریات سے عامۃ الناس کو آگاہ کرتے، تاکہ وہ کسی فتنے کا شکار ہونے سے بچ سکیں۔

چناچہ ایک اور قابل غور بات جو ان دونوں مفتیان کے طرز عمل میں گزشتہ ایک دہائی سے دیکھی جارہی ہے کہ ملک میں رائج ”نظام طاغوت“ جو کہ جمہوریت یا فوجی آمریت کی صورت میں جاری و ساری ہے، اس دوران تو یہ دونوں حضرات خواب غفلت کی نیند سوتے رہتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی اس کفریہ استحصالی نظام کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو ان دونوں مفتیان کی جانب سے مختلف معاملات میں ایسے فتاویٰ اور آراء کا اظہار کیا جاتا ہے جو کہ اس نظام کی نہ صرف تقویت کا باعث ہوتے ہیں بلکہ اس کو سند جواز عطا کر دیتے ہیں۔

لال مسجد و جامعہ حفصہ کی تحریک کے موقع پر جبکہ طلباء وطالبات مساجد کی شہادت کے بعد ”شریعت یا شہادت“ کا نعرہ لے کر کھڑے ہوئے تو دیگر درباری علماء کی طرح ان دونوں مفتیان نے اس تحریک سے متعلق ”بات صحیح اور طریقہ غلط“ کا ہی فتویٰ لگاتے رہے۔ اسی پر بس نہیں، جب وفاق المدارس نے حکومت کے کہنے پر جامعہ حفصہ سے اپنا الحاق ختم کیا تو اس موقع پر بھی یہ خاموش تماشائی بنے رہے۔ اسی طرح لال مسجد کے خلاف سات روزہ آپریشن ”سائیلنس“ کے آخری دنوں میں مفتی تقی عثمانی صاحب تو دیگر نام نہاد دینی جماعتوں کی طرح ملک سے فرار ہو کر ملائشیا چلے گئے اور جہاں تک تعلق ہے ان کے بڑے بھائی مفتی رفیع عثمانی کا تو وہ آپریشن کی آخری رات کو جب آپریشن کا آخری راؤنڈ شروع ہوا تو بجائے معصوم بچیوں کو ظلم وبربریت کا نشانہ بننے سے بچانے کے لئے قوم سے گھروں سے باہر نکلنے کا فتویٰ جاری کرتے، لگژریز کا مزہ لینے کے لئے فائیو اسٹار ہوٹل کے کمروں میں اپنے موبائل بند کر کے کمروں میں مقفل ہو گئے تاکہ ان کے آرام میں نہ کوئی خلل ڈال سکے اور نہ کسی فریادی کی کوئی فریاد ان تک پہنچ سکے (ان خیالات کا اظہار ان تمام واقعات کے شاہد مولانا زاہد الراشدی نے اتفاقاً اس واقعے کے چند دن بعد علماء کی صفائی میں روزنامہ اسلام میں لکھے جانے والے ایک کالم میں خود کیا تھا)۔

دو راتیں اور ایک دن کے آپریشن کلین اپ کے بعد جب افواج پاکستان اپنی بہن بیٹوں کو بش کی خاطر فاسفورس بموں سے جلا کر ان کی لاشوں کو نالوں میں بہا کر فارغ ہو گئے تو دوسرے روز پریس کانفرنس

منعقد کر کے مفتی رفیع عثمانی نے یہ فتویٰ صادر کیا کہ لال مسجد میں مارے جانے والے طلباو طالبات بھی شہید ہیں اور ان کو مارنے والے کڑیل فوجی جوان بھی شہید ہیں۔

{اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ o مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ o اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ o}

''کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے، تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم یہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ باتیں پڑھتے ہو''۔(سورۃ القلم:35 تا37)

{اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ o}

''کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں اُن لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے! برا ہے وہ فیصلہ جو یہ کر رہے ہیں''۔(الجاثیۃ:21)

جب بات نکلی ہے تو ''سوات آپریشن'' کی بھی بات ہو جائے تو اچھا ہے۔ سوات آپریشن سے قبل جب سوات کے عوام کو ''شریعت یا شہادت'' کی صدا لگانے کی سزا دینے کا عالمی طواغیت نے فیصلہ کیا، تو اس موقع پر دجالی میڈیا کی آواز میں آواز ملا کر مفتی صاحب نے بھی سوات میں شریعت کی صدا بلند کرنے والوں کو را اور موساد کا ایجنٹ قرار دیا۔ اگر لوگوں کا حافظہ قوی ہو تو ان کو یاد ہو گا کہ مفتی رفیع عثمانی ،صحابہ کرام کو گالیاں دینے والے ایک بدزبان خبیث اینکر کے پروگرام ''جاہل آن لائن'' میں آن کر یوں گویا ہوئے کہ ''ہمیں تواتر کے ساتھ یہ خبریں پہنچ رہی ہیں کہ وہاں سوات میں را اور موساد کے ایجنٹ کارفرما ہیں''، حالانکہ تھوڑی سی بصیرت رکھنے والا شخص بھی صرف اس بات سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر جبکہ ''سوات معاہدے'' کے خاتمے کا اعلان سب سے پہلے کسی

پاکستانی عہدے دار نہیں بلکہ خائن صدر زرداری کے دورۂ امریکہ کے موقع گوری چمڑی والے رچرڈ ہالبروک نے سب سے پہلے ٹی وی پر کیا تھا۔

پردے اور بھی اٹھائے جاسکتے تھے، لیکن یہ دونوں ہی باتیں ان دونوں مفتیان کے کردار کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں، مگر آج پھر جبکہ ملک میں رائج جمہوری نظام سے لوگ بیزار ہو چکے ہیں اور خالص شرعی نظام کے نفاذ کے خواہاں ہیں، اور ملک میں باطل نظام کو ڈھاکر شرعی نظام کے نفاذ کے لئے جہاد کرنے والے مجاہدین یہ صدا لگارہے ہیں کہ جمہوریت صریح کفر وشرک ہے اور عوام الناس اس سے اجتناب کرتے ہوئے شریعت کے نفاذ کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے یعنی "جہاد فی سبیل اللہ" کے لئے کھڑے ہو جائیں، تو ایسے میں ان مفتیان کی جانب سے اس موقع پر ان مردان مجاہد کی آواز آواز میں ملاتے ہوئے ان کی حمایت کرنے کے بجائے الٹا ان کو "بدترین مجرم" قرار دے رہیں ہیں اور عوام الناس کو اسی گلے سڑے نظام جمہوریت پر آمادہ کرتے نظر آرہے ہیں۔

بالفرض اگر کوئی پاکستان میں کھڑے ہونے والے مجاہدین طالبان کے اس مؤقف کو درست نہیں سمجھتا لیکن وہ افغانستان میں جہاد کرنے والے طالبان کو درست سمجھتا ہے اور ان کی حمایت کرتا ہے، تو اس کو یہ جان لینا چاہیے کہ چاہے پاکستان کے طالبان ہوں یا افغانستان کے طالبان، دونوں جمہوریت کو صریح کفر وشرک سمجھتے ہیں، اور افغانستان جب کبھی انتخابات کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے تو طالبانِ افغانستان کی جانب سے ہر دفعہ واضح مؤقف سامنے آتا ہے کہ ہم جمہوریت کو کفر وشرک سمجھتے ہیں اور وہ باقاعدہ انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدواروں کو نشانہ بناتے ہیں اور عوام الناس کو الیکشن کے عمل سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

بس ان مفتیان سے سوال ہے کہ طالبانِ افغانستان کے اس طرز عمل پر آپ طالبانِ افغانستان کو اور امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ کو بھی "بدترین مجرم" ٹھہرائیں گے؟ بس اللہ تعالیٰ اس خذلان سے ہماری اور تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

اس سلسلے میں ہم مزید کسی بحث میں جائے بغیر مفتی تقی عثمانی صاحب کے اسلامی نظام سیاست پر جو افکار و نظریات ہیں جس کا اظہار انہوں نے اپنی ایک کتاب میں کیا تھا، اس کے رد پر شیخ محمد عیسیٰ انصاری حفظہ اللہ کی کتاب (الرّد المفحم علیٰ فہم تقی عثمانی فیما کتبہ فی السیاسۃ الشرعیّۃ) "اسلامی نظام سیاست کے باب میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے نظریات کا مدلل رد" جس کو ادارہ الموحدین لائبریری کی جانب سے جاری کیا گیا، اس میں سے ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں جو کہ مفتی صاحب کے نظریات اور جمہوریت کے باطل ہونے کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ اقتباس درج ذیل ہے:

عالمگیر طاغوتی نظام کے زیر سایہ دین جمہوریت کے ماتحت حکومتوں کا حکم

عصر حاضر میں عالمگیر طاغوتی نظام کے زیر تحت جو سیاسی نظام قائم ہے اور جس کو اس نظام کے رکھوالے طوعاً و کرھاً نافذ کرتے ہیں اس کو ہم "دین جمہوریت" کہہ سکتے ہیں، جو کہ کھڑا ہی اُن بنیادوں پر کیا جاتا ہے جس کے کفر و شرک ہونے میں کسی راسخون فی العلم کو کوئی شک اور شبہ نہیں۔

ہر چند کہ مفتی (تقی عثمانی) صاحب بھی بظاہر جمہوریت کے شدید مخالفین میں سے نظر آتے ہیں مگر محسوس ایسا ہوتا ہے کہ مفتی صاحب "دین جمہوریت" اور "دین اسلام" کے اصول سیاست کے درمیان فرق کو سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ ایک طرف وہ اپنی کتاب میں "امیر کا انتخاب اور تقرر" کے باب میں امیر کے اسلامی طریقۂ تقرر کو جمہوری طریقوں سے ممتاز کر کے بیان کر رہے ہیں لیکن ساتھ ان جمہوری طریقوں مختلف حیلے بہانوں سے جائز ہونے کے فتوے بھی جاری فرما رہے ہیں۔ اس سلسلے ہم چند تضادات یہاں درج کر دیتے ہیں۔ خلیفہ کے تقرر "شوریٰ" کے ذریعے کرنے کو لازم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"اسلام کا حکم یہ ہے کہ امیر یا خلیفہ کا تقرر شوریٰ کے ذریعے ہونا چاہیے"۔

پھر شوریٰ کے ضروری ہونے کے سارے دلائل ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ:

"یہ سب دلائل اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ خلیفہ کے تقرر کے لئے شوریٰ ضروری ہے"۔

پھر "شوریٰ" کا مطلب علمائے کرام کی تعریف روشنی میں یوں بیان کرتے ہیں:

"ہمارے علمائے کرام نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ شوریٰ کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بالغ آدمی خواہ وہ کیسی بھی اہلیت رکھتا ہو، وہ امیر کا انتخاب کرے۔ بلکہ شوریٰ کا مطلب یہ ہے کہ "اہل حل و عقد" اس کے حق میں رائے دیں۔ یہ اسلامی سیاست کی ایک اصطلاح ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اہل حل و عقد کریں گے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں خلافت کے جو انتخاب ہوئے، وہ صرف اہل حل و عقد کے مشورے سے ہوئے"۔

پھر چاروں خلفاء راشدین کے طریقہ ء انتخاب کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ:

"اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عام آدمیوں کی رائے کو معتبر نہیں مانا اور فرمایا کہ اہل شوریٰ اور اہل بدر کو جمع کرو۔ اس کی بنیاد پر "علمائے سیاست شرعیہ" یہ بات کہتے ہیں کہ خلیفہ کا انتخاب اہل حل و عقد کے سپرد ہے اور وہی انتخاب کریں گے"۔

پھر "اہل حل و عقد" کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اہل حل و عقد سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو عوام صائب الرائے اور اپنا رہنما سمجھتے ہوں۔ اُس زمانے میں جن کو اہل حل و عقد سمجھا جاتا تھا، ان میں مختلف قبائل کے سردار بھی تھے، علماء بھی تھے، فقہاء بھی تھے، مختلف حلقوں کے سربراہ بھی تھے"۔

(اسلام اور سیاسی نظریات، ص:۲۲۵ تا ۲۲۳۔ طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

لیکن ان تمام اسلامی اصول و مبادی بیان کے کرنے کے باوجود ان معاملات مین جمہوری طریقوں کے اختیار کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے اور ان کو جائز قرار دیتے ہیں۔جیسا کہ خلیفہ کے انتخاب میں شوریٰ کا مطلب بیان کرتے ہوئے اس خلجان میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ:

''اب شوریٰ کا مطلب کیا ہے؟ آیا بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹنگ یا کسی مخصوص جماعت یا حلقے کی طرف سے ووٹنگ؟اس کے لئے قرآن و سنت نے کوئی خاص طریقہ معین کرنے کے بجائے اس کی تفصیلات کو ہر زمانے کے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے''۔

(اسلام اور سیاسی نظریات،ص:۲۳۰۔طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔مکتبہ معارف القرآن کراچی)

پھر دور حاضر میں خلیفہ کے تقرر کے لئے شوریٰ میں شامل اہل حل و عقد کا انتخاب میں ان کو جمہوری طریقہ انتخاب یعنی بالغ رائے دہی کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نظر نہیں آتا ہے:

''لیکن موجودہ دور میں وہ صورت حال باقی نہیں رہی۔اس لئے ایسے لوگوں کے تعین کے لئے باقاعدہ انتخاب کی ضرورت ہوگی۔یہ انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہو،یا ان کے انتخاب کے لئے بھی کوئی انتخابی ادارہ(Electoral College) ہونا چاہیے،اس بارے میں شریعت کا کوئی لگا بندھا دائمی حکم نہیں دیا۔اگر ملک میں ''تعلیم'' اور ''سیاسی شعور'' کا معیار بلند ہے تو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر بھی ان کا انتخاب ہو سکتا ہے،اور اگر عوام کے حالات کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا جائے کہ انتخابات درجہ بدرجہ ہوں تو بظاہر شریعت کے لحاظ سے اس کی بھی کوئی ممانعت نہیں ہے''۔

(اسلام اور سیاسی نظریات،ص:۲۶۷۔طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔مکتبہ معارف القرآن کراچی)

درج بالا حوالہ میں مفتی صاحب کے نزدیک ''تعلیم'' اور ''سیاسی شعور'' سے کیا مراد ہے،اس کو بیان نہیں کیا۔اگر اس سے مراد موجودہ دور میں رائج تعلیم اور سیاسی شعور مراد ہے تو پھر ملت اسلامیہ کا اللہ ہی حافظ ہے۔پھر اسی پر بس نہیں بلکہ امام یا خلیفہ کے انتخاب میں بھی خالص جمہوری طریقہء کار کو اختیار کرنے میں بھی مفتی صاحب کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے:

''نیز بظاہر شریعت میں اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ خود امام کا انتخاب بھی براہ راست یعنی بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہو، کیونکہ اس کے خلاف بھی کوئی نص نہیں''۔

(اسلام اور سیاسی نظریات، ص:۲۳۳۔ طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

ان تمام حوالہ جات پڑھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مفتی صاحب کس قدر اس معاملے میں تضادات کا شکار ہیں، کہ ایک طرف وہ خود خلیفہ کے انتخاب میں اسلام کے اصول و مبادی کو اپنے فہم کی بنیاد پر واضح کررہے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان جمہوری اصولوں کے بھی حامی ہیں جو کہ ان اسلامی اصول و مبادی کی صریح خلاف ہیں جن کو مفتی صاحب نے بیان کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسا طرزِ عمل وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو کہ جمہوریت کو ''مشرف بہ اسلام'' کرنا چاہتے ہیں یا پھر وہ ''اسلامی جمہوریت'' جیسی مردود اور مفسد اصطلاحات کے قائل ہیں اور اسلام کے سیاسی نظام کو کسی بھی طرح جمہوریت کے سانچے میں ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس حوالے سے ہم عصر حاضر کے چند چوٹی کے علماء کا مؤقف بھی پیش کردیتے ہیں جس سے اندازہ ہوجائے کہ ''بالغ رائے دہی''سمیت جتنی بھی جمہوری اصطلاحیں ہیں ان کی اسلامی نظام سیاست میں کسی بھی صورت کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی اس کے ہم مکلف ہیں کہ ہم کسی دوسرے سیاسی نظام کو اسلامی لبادہ اڑھانے کے لئے اس کا تقابل اسلامی نظام سیاست سے کریں۔

مشہور سلفی عالم دین مولانا عبد الرحمان کیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مغربی جمہوریت میں پانچ ارکان ایسے ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں:

۱۔ خواتین سمیت تمام بالغوں کا حق رائے دہی (بالفاظ دیگر: سیاسی اور جنسی مساوات)

۲۔ ہر ایک کے ووٹ کی یکساں قیمت

۳۔ درخواست برائے نمائندگی اور اس کے جملہ لوازمات

۴۔ سیاسی پارٹیوں کا وجود

۵۔ کثرتِ رائے سے فیصلہ

ان ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن بھی حذف کر دیا جائے تو جمہوریت کی گاڑی ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتی ہے۔ جبکہ اسلامی نظام خلافت میں ان ارکان میں سے کسی ''ایک'' کو بھی گوارا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں نظام ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ یعنی نہ تو جمہوریت کو ''مشرف بہ اسلام'' کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی نظام خلافت میں جمہوریت کے مروجہ اصول شامل کر کے اس کے سادہ، فطری اور آسان طریق کار کو خوہ مخواہ ''مکدر اور مبہم'' بنایا جاسکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جمہوریت ایک لادینی نظام ہے اور اس کے علمبر دار مذہب سے بیزار تھے۔ جبکہ خلافت کی بنیاد ہی اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے تصور پر ہے اور اس کے اپنانے والے انتہائی متقی اور بلند اخلاق تھے۔ ہمارے خیال میں جیسے دن اور رات یا اندھیرے اور روشنی میں سمجھوتہ ناممکن ہے، بالکل ایسے ہی دین اور لادینی یا خلافت یا جمہوریت میں بھی مفاہمت کی بات ناممکن ہے۔ لہٰذا اگر جمہوریت (یا اس کے اصولوں) کو بہر حال اختیار کرنا ہے تو اسے توحید ورسالت سے انکار کے بعد ہی اپنایا جاسکتا ہے''۔ (خلافت وجمہوریت، ص:۲۱۶۔۲۱۸)

داعیٔ ختم نبوت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض غلط نظریات قبولیتِ عامہ کی ایسی سند حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء (اور عالم کہلانے والے بھی) اس قبولیتِ عامہ کے آگے سر ڈال دیتے ہیں، وہ یا تو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے یا اگر ان کو غلطی کا احساس ہو بھی جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ دنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں، ان کے بارے میں اہل عقل اسی لئے ایسے کا شکار ہیں! اسی غلط قبولیتِ عامہ کا سکہ آج ''جمہوریت'' میں چل رہا ہے۔ جمہوریت دورِ جدید کا وہ ''صنمِ اکبر'' ہے جس کی پرستش اول اول دانایانِ مغرب نے شروع

کی۔ چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے، اس لئے ان کی عقلِ نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا اور پھر اس کو مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلیدِ مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کردی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ "اسلام جمہوریت کا علم بردار ہے" اور کبھی "اسلامی جمہوریت" (جیسی خبیث اصطلاح) وضع کی گئی۔ حالانکہ مغرب "جمہوریت" کے جس بت کا بچاری ہے، اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلّق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریہ کی ضد ہے۔ اس لئے اسلام کے ساتھ جمہوریت (یا اس کی اصطلاحات) کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے"۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۸، ص:۱۷۶)

ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ اپنی مشہور معروف کتاب "الدیمقراطیہ دین" میں فرماتے ہیں:

"جمہوریت لادینیت یا سیکولرازم کی "ناجائز اور غیر قانونی باندی" ہے اور سیکولرازم ایسا "کفری دین" ہے جو زندگی اور ریاست و حکومت سے دین کو نکال باہر کرتا ہے۔ جمہوریت دراصل عوام یا طاغوت کے فیصلے کو کہتے ہیں اور یہ کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ جمہوریت میں اللہ کے قانون محکم کا بالکل اعتبار نہیں، سوائے یہ کہ اللہ کا قانون پہلے دستور کے مطابق ہو جائے یا پھر عوامی خواہشات کے اور ان سب سے پہلے وہ "طاغوت" یا "سربراہ طبقے" کی ترجیحات و اغراض کے عین مطابق ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ساری عوام "طاغوت" یا "ارباب جمہوریت" سے کہے کہ ہم اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکومت یا فیصلہ چاہتے ہیں، اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ عوام یا عوامی نمائندوں یا عوامی حکمرانوں کے پاس قانون سازی کا اختیار ہو، اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو مرتد، زانی، چور اور شراب خور پر جاری کیا جائے اور عورت کے لئے عفت و حجاب کی پابندی لگائی جائے اور ہر طرح کی بے حیائیوں پر مکمل پابندی عائد ہو، تو ان کا جواب فوری طور پر یہی

ہو گا کہ یہ "دین جمہوریت" اور "دین حریت" کے منافی ہے۔ باالفاظِ دیگر یہ جمہوری آزادی ہی تو ہے جو اللہ کے دین اوراس کے قانون اور اس کے حدود کی تمام حدبندیوں سے مکمل آزاد کر دیتی ہے۔ کیونکہ زمینی دستور کا قانون اور وضعی قانون کی حدودیں، اس گندی جمہوریت میں مکمل محفوظ ومامون بھی ہیں اور نافذ العمل بھی ہیں بلکہ جو ان کی خلاف ورزی یا مخالفت کرے اس کے لئے سزا ضروری ہے۔

لہٰذا اے میرے موحد بھائیوں! جمہوریت اللہ کے دین کے مدمقابل ایک مستقل دین ہے ۔جس میں طاغوت کی حکمرانی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی، جھوٹے معبودان متفرقہ کی شریعت ہے نہ کہ اللہ واحد و قہار کی۔ مخلوق میں سے جو بھی اسے اختیار کرے یا اس کی موافقت کرے تو درحقیقت وہ "دستور کی دفعات" کے مطابق اپنے لئے اللہ واحد قہار کے قانون کے مدمقابل قانون سازی کا حق قبول کررہا ہے چاہے اب وہ اسے قبول کرنے کے بعد قانون سازی میں شریک ہو یا نہ ہو اور ان شرکیہ انتخابات میں جیتے یا ہار جائے۔ اسی طرح کسی شخص کا دین جمہوریت کے مطابق ان میں حصہ لینا یا حصہ لینے والوں کی موافقت کرنا اور اپنے لئے قانون سازی کو قبول کرنا اور اپنے بنائے ہوئے قانون کو اللہ کی کتاب و قانون پر مقدم کئے جانے کو قبول کرلینا ہی " عین کفر" ہے اور واضح گمراہی ہے بلکہ معبود حقیقی سے ٹکرلے کر اس کے ساتھ شرک کرنا ہے"۔ (الدیمقراطیۃ دین، فصل اول)

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے { وامرھم شوریٰ بینھم} "اور ان کا معاملہ باہم مشورے سے طے ہوتا ہے" اس جیسی آیات کے ذریعے اپنی گندی جمہوریت کو جائز قرار دینے والوں کی بڑی موثر تردید کی ہے چنانچہ آیات: { وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ} (آل عمران:۱۵۹) "اور معاملے میں ان سے مشورہ لو" { وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ} (الشوریٰ:۳۸) "اور ان کا معاملہ باہم مشورے سے طے ہوتا ہے" کی تفسیر کے حاشیے میں فرماتے ہیں:

"عصر حاضر میں دین کو مذاق بنالینے والے علماء وغیرہ ان دونوں آیات کو اپنی باطل تاویل اور گمراہ کرنے کے لئے مشقِ ستم بناتے ہیں تاکہ فرنگی کے بنائے ہوئے دستوری نظام کو جائز قرار دیں جس کا نام انہوں نے "جمہوری نظام" رکھ کر عوام کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ ان دونوں آیات کو سرورق اور ہیڈنگ بناتے ہیں تاکہ اسلام سے منسوب جماعتوں کو دھوکہ دے سکیں۔ درحقیقت یہ ایسا کلمہ حق ہے جس سے باطل مقصد پورا کیا جارہا ہے......(آگے فرماتے ہیں) نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: "عقلمند اور سمجھ دار مجھ سے قریب رہا کریں"۔ ان سے بے دین اور اللہ کے دین سے مصروف جنگ یا اعلانیہ گناہ کرنے والے یا خود کو اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے مخالف قوانین بنانے کا مستحق سمجھنے والے اور اللہ کے دین کو برباد کرنے والے لوگ مراد نہیں جو کفر اور فسق کے مابین ہوں۔ ان کا صحیح مقام یہ نہیں کہ مشیر کے مرتبے پر فائز کئے جائیں بلکہ ان کے لئے تختہ دار یا کوڑا ہے۔

(عمدۃ التفسیر:۶۵-۶۴/۳)

اس ضروری بحث کے بعد ہم اس بات کی طرف آتے ہیں کہ مفتیؔ صاحب کا اس بات کو تسلیم کرنا کہ:

"بہر حال! جمہوریت کے بنیادی مقاصد میں کہیں بھی آپ یہ نہیں پائیں گے کہ خیر کو پھیلایا جائے گا، اور شر کو روکا جائے گا، اچھائی کو فروغ دیا جائے گا، اور برائی کو روکا جائے گا......جب تک جمہوریت وجود میں نہیں آئی تھی، بلکہ یا تو بادشاہتیں تھیں، یا عیسائی تھیوکریسی تو اس وقت تک اخلاقی بے راہ روی کا وہ طوفان نہیں اٹھا تھا جو جمہوریت کے برسر پیکار ہونے کے بعد یورپ میں اٹھا ہے۔ حالت یہ ہے کہ کوئی بد سے بدتر کام ایسا نہیں ہے جس کو آج آزادی کے نام پر سندِ جواز نہ دی گئی ہو، یا کم از کم اُس کا مطالبہ نہ کیا جارہا ہو۔ کیونکہ جمہوریت نہ کسی اخلاقی قدر کی پابند ہے، نہ کسی آسمانی ہدایت سے فیض یاب ہے، بلکہ عوام کی اپنی مرضی اور خواہش پر سارا دارومدار ہے"۔

پھر پوری دنیا بشمول بلاد اسلامیہ میں رائج جمہوریت کی اعلیٰ ترین اساس ''عوام کی حاکمیت'' پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنا کہ:

''عوام کی حاکمیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ در حقیقت یہ لفظ بھی ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اس لفظ کے ذریعے عوام کو خوش کر دیا گیا ہے کہ تم حاکم بن گئے، لیکن حقیقت میں ہوتا یہ ہے کہ حکومت میں عوام کی شرکت محض ایک تخیلاتی اور تصوراتی حیثیت رکھتی ہے۔ عملاً اکثر جگہوں پر عوام کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ حکومت کیا کررہی ہے؟......ایک زمانہ تھا کہ عریانی قانوناً منع تھی۔ لیکن اب رفتہ رفتہ ساری قیدیں ختم ہوگئی ہیں اب کوئی قید باقی نہیں ہے۔ اس وقت عریاں فلموں اور تصاویر کا جو سیلاب ہے، وہ ہمارے ملک میں بھی آرہاہے ،اُٹھتا وہاں سے ہے اور پہنچتا یہاں بھی ہے اس کے اوپر کوئی روک عائد نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی بنیاد نہیں جس کی بناء پر روکا جائے، کیوں کہ جب عوام کی حاکمیت ٹھہری، اور وہ اس کو پسند کرتے ہیں تو اُسے ناجائز کہنے کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے۔ غرض یہ کہ کوئی بد سے بد تر کام ایسا نہیں ہے جو ''جمہوریت کے سایہ'' میں جائز قرار نہ دیا جارہا ہو''۔

(اسلام اور سیاسی نظریات، ص:۱۴۸ تا ۱۵۲۔ طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

لیکن اس کے باوجود کہ چند بلاد اسلامیہ کے سوا تمام بلاد اسلامیہ میں نام نہاد ''اسلامی جمہوریت'' بھی نہیں، بلکہ خالص مغربی طرز کا نظام جمہوریت رائج ہے اور کلمہ گو طواغیت اس نظام جمہوریت کے کفریہ وشرکیہ قوانین کو بلا خوف وخطر جاری کرتے ہیں، پھر بھی مفتی صاحب کا یہ سمجھنا کہ:

''اس لئے جب تک ان ملکوں کے حکمرانوں کو یہ ''توفیق'' نہ ہو کہ وہ اسلام کے ''وسیع تر مفاد'' میں اپنے اپنے ملکوں کو ایک ریاست یا کم از کم ایک وفاق کی شکل دیں اُس وقت تک ان الگ الگ حکومتوں کو تسلیم کرنا ایک ''مجبوری'' ہے اور چونکہ ان میں سے ہر ملک میں اقتدار مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک پر ''دار الاسلام'' کی تعریف بھی صادق آتی ہے''۔

(اسلام اور سیاسی نظریات، ص:۳۳۱۔ طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

اور یہ کہنا کہ:

"اس لئے "مجبوری" کی حالت میں ان حکومتوں کو "تسلیم" کئے بغیر چارہ نہیں ہے، ورنہ شدید خلفشار لازم آئے گا۔ ماضی میں بھی حکومتیں کئی کئی رہیں، اور علماء امت نے ان کے احکام کو نافذ العمل سمجھا ہے۔ لہٰذا اس حد تک دوسرا قول (کہ مسلمانوں کہ ایک سے زیادہ امام ہونے کو) اختیار کرنا ایک "مجبوری" ہے کہ ان کے احکام کو "نافذ" قرار دیا جائے"۔
(اسلام اور سیاسی نظریات، ص:۲۴۶۔ طبع جدید نومبر ۲۰۱۰ء۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

مفتیؔ صاحب کی طرف سے بلاد اسلامیہ پر نام نہاد "اسلامی جمہوریت" بھی نہیں بلکہ مغربی جمہوریت پر قائم کفریہ و شرکیہ حکومتوں کے باوجود ان علاقوں کو "دار الاسلام" قرار دینے پر مفتیؔ صاحب کو اس مشورے کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ:

((من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت))

"جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ خیر کی بات کہے، ورنہ خاموش رہے"۔ (صحیح البخاری، ج:۱۸ص:۴۳۸رقم:۵۵۶۰۔ صحیح المسلم، ج:۱ص:۱۶۳رقم:۶۷)

چناچہ مفتیؔ صاحب بجائے اس کے کہ خود بھی اس معاملے افراط و تفریط کا شکار ہو کر کفر و اسلام کو خلط ملط کریں اور اپنے متبعین کے بھی دین و ایمان کو برباد کریں، اس سے تو بہتر ہے کہ وہ اپنا قلم توڑ کر خاموش رہیں اور اسلامی نظام سیاست پر کوئی کلام ہی نہ کریں۔

ہجرت مدینہ سے قبل انصار کی طرف سے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر اسد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا تھا:

"اے یثرب والو! سوچ سمجھ کر بیعت کرو۔ آج جب تم اس راہ پر نکلے ہو تو جان لو کہ کل عرب کو چھوڑنا پڑے گا۔ سارے لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے، تمہارے بیٹے اِس راہ

میں قتل کیے جائیں گے' اگر تم اس کٹھن راہ پر صبر کر سکو تو پھر اِس نبی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لو! تمہارا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو آج ہی اس راستے کو چھوڑ دو تاکہ اللہ کے سامنے اپنی بے چارگی کا عذر پیش کر سکو۔" (رواہ احمد والبیہقی)

شیخ ابو محمد عاصم المقدسی فک اللہ اسرہٗ اپنی معرکتہ الآراء کتاب "ملت ابراہیم" میں درج بالا واقعہ پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"موجودہ دور میں مبلغین کے روپ میں بہت سے مصلحت پسند داعیوں سے واسطہ پڑتا ہے' اگر آپ اِن میں سے نہیں کہلانا چاہتے تو پھر اپنا موازنہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے کریں' اپنے آپ کو اس منہج ابراہیمی پر چلنے کے لئے پیش کریں' کوئی کمی کوتاہی ہو تو اپنا محاسبہ کریں۔ اگر آپ ایسے لوگوں میں سے ہیں جو مصیبتوں پر صابر وشاکر رہنے والے ہوں تو پھر اِس دعوت کا حق ادا کریں اور ثابت قدمی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں، اور اگر آپ "اقامت دین اور اظہارِ حق" کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو اپنی جان کا خوف رکھنے والے داعیانِ اسلام کے بہروپ کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے آپ کو گھروں میں بند کرلیں' اپنی اصلاح پہلے کرلیں' اور عوام الناس کے معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیں یا چند بکریوں کو لے کر وادیوں میں چلے جائیں اور جس طرح صحابیِ رسول' اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ "کل قیامت کے دن اپنی بیچارگی کا عذر تو پیش کر سکو" یعنی یہ کہ تم نے دین کی نصرت نہیں کی تو کم از کم اُس کی غلط تصویر بھی پیش نہیں کی۔ جب آپ ملت ابراہیمی کے قیام کی طاقت نہیں رکھتے اور طاغوت کا سامنا اہل توحید کی طرح نہیں کر سکتے تو ملت ابراہیمی کی دعوت کو بگاڑ کر پیش کرنے کے سنگین گناہ سے بچنے کی کوشش تو کریں۔ کسی شاعر نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ:

"اے لوگو! بزدلانا گفتگو سے بہتر ہے کہ خاموش رہا جائے۔ کسی بری چیز کو پوشیدہ رکھنا بھی بہت اچھا ہے۔ پہلے تم حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ لو پھر تم ہر سرکش طاغوت کی مخالفت کرنا۔ آج کل کے دور میں میٹھی میٹھی باتیں کرنے والوں اور منبروں پر چڑھنے

والوں، مجالس میں بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والوں سے دھوکہ نہ کھانا۔ اللہ کی قسم! ان میں سے اکثر لوگ حقیقت اور ہدایت پر مبنی گفتگو نہیں کرتے اور نہ ہی مہلک باتوں کو کھل کر بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ خواہشات کے پیروکار ہیں اور ظالموں کے ہمنشین ہیں، وہ کیسے حقیقت بتائیں گے؟؟ جو لوگ دنیاوی جاہ وجلال چاہتے ہیں اور ممبری کے طلبگار ہیں وہ کیونکر حق کو ظاہر کریں گے؟ اے میری قوم! میری نصیحت یہ ہے کہ تم اس دور کی رنگین دنیا میں کھو نہ جانا اور "شکوک وشبہات" پر مبنی تہذیب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے زندگی گزارنا!"۔ (ملۃ ابراھیم ودعوۃ الانبیاء والمرسلین واسالیب الطغاۃ فی تمییعھا وصرف الدعاۃ عنھا)

{ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ }

"تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا وہ خود نقصان اٹھائے گا، اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں"۔ (الانعام:۱۰۴)

نوٹ: مفتی تقی عثمانی کے سیاسی نظریات اور جمہوریت سے متعلق مفید کتابوں کی تفصیل اگلے صفحوں پر موجود ہے:

الرّدالمفحم علی فہم تقی عثمانی فیما کتبہ فی السیاسۃ الشرعیّۃ

اسلامی نظام سیاست کے باب میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے نظریات کا مدلل رد

مجھے ہے حکم آذاں

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مؤلف

شیخ محمد عیسیٰ انصاری

نظر ثانی

مولانا منصور احمد فاروقی

Download Link:

http://www.mediafire.com/file/63nz9gzwj279d3k/Mujhay_Hai_Hukme_Azan_Lilahaillallah_Muhammad_Rasool_Allah.pdf

http://www.box.com/s/79d2c17f77f6a226ee26

{وَإِن تُطِعۡ أَكۡثَرَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ}(سورۃ الاعراف:۱۱٦)

”اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اگر کہا مانیں گے اس اکثریت کا جو زمین میں بستی ہے تو وہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے سے ہٹا دیں گے“۔

☆ کیا جمہوریت ایک الگ اور مستقل نظام زندگی ہے......؟؟

☆ کیا جمہوریت اسلامی شورائیت کی جدید شکل ہے......؟؟

☆ کیا ووٹ کو مشورہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے...؟؟

☆ کیا خلفائے راشدین کا انتخاب جمہوری بنیادوں پر ہوا تھا......؟؟

☆ کیا دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ خلفائے راشدین y میں فیصلے کثرتِ رائے کی بنیاد پر ہوتے تھے......؟؟

☆ کیا جمہوریت کے راستے مکمل اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے......؟؟

☆ کیا جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کیا جاسکتا ہے......؟؟

{حقیقت جمہوریت}

جمہوریت کی تعریف و تاریخ اور قرآن وسنت اور سلف وصالحین کی تعلیمات کی روشنی میں ” حقیقت جمہوریت“ پر منفرد تحریر

تالیف

ابو معاذ القرنیؔ

Download Link:

http://www.box.com/s/dz7dgr0vdzwsxaiveu84

Online Reading:

http://www.scribd.com/doc/108203947/Reality-of-Jumhoreyat